اسلامی رہنمائی بذریعہ مصنوعی ذہانت: جدید اشکالات کا علمی، عقلی اور منطقی جائزہ

Islamic Guidance through Artificial Intelligence: A Scholarly, Logical, and Rational Analysis of Contemporary Objections

Amna Rafique
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Sargodha, Sargodha, Pakistan
Manahil Shoukat
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Sargodha, Sargodha, Pakistan
Dr Abdul Rouf Zahid
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
University of Sargodha, Sargodha, Pakistan

Abstract
Artificial intelligence (AI) is increasingly used for Islamic religious guidance, including law, worship, family matters, and finance. This study critically examines the Shariah status, reliability, and limits of AI-generated religious guidance from an Islamic scholarly perspective. It addresses three major concerns: liability for harm caused by incorrect advice, bias in sensitive religious topics, and AI-generated deepfakes falsely attributed to religious figures. Using a qualitative and analytical Islamic legal methodology based on the Qur'an, Sunnah, and established juristic principles, the study evaluates verification, causation, negligence, prevention of harm, and the role of qualified scholars. It argues that AI can serve as a valuable research and information-support tool, but requires scholarly verification and cannot constitute final religious authority. Sensitive matters require source verification, contextual analysis, authoritative comparison, and scholarly consultation. Thus, AI should remain an aid to Islamic scholarship, not a substitute for human juristic expertise and responsibility.

Keywords: Artificial Intelligence, Islamic Guidance, Bias, Deepfake, Liability, Islamic Jurisprudence, Islamic Ethics

تعارفِ موضوع

مصنوعی ذہانت (AI) نے علم، تحقیق اور معلومات کے حصول میں انقلابی تبدیلی پیدا کی ہے۔ آج قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہی مسائل چند لمحوں میں مصنوعی ذہانت کے ذریعے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ مگر یہ سہولت جہاں ایک طرف علمی دنیا کے لیے نعمت ہے، وہیں دوسری طرف معلومات کی صحت، حوالہ جات کی درستگی، فقہی آراء کی صحیح ترجمانی اور شرعی رہنمائی کی حدود جیسے نئے علمی و شرعی سوالات بھی لے کر آئی ہے۔ اسلامی علمی روایت میں کسی خبر کو قبول کرنے یا نقل کرنے کے لیے تحقیق، صدق اور نسبتِ قول کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید خبر کی تحقیق و تصدیق کا حکم یوں دیتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ[1]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی دینی معلومات کی غلط نسبت سے سختی سے منع فرمایا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[2]

"جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کی، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے"

اسلامی تعلیمات میں خبر کی تحقیق، نسبتِ قول کی درستگی اور صدق کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ اس کے بغیر کوئی دینی بات قابلِ قبول نہیں۔ یہی اصول مصنوعی ذہانت کے تناظر میں اور بھی زیادہ اہم ہو جاتے ہیں، کیونکہ مصنوعی ذہانت بعض اوقات غلط حوالہ جات، غیر موجود روایات یا کسی عالم کی طرف غیر ثابت شدہ نسبت کر سکتی ہے۔ مزید برآں، اس کے جوابات تربیتی مواد اور مختلف فکری و ثقافتی ذرائع سے متاثر ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں فکری تعصب کا خطرہ پیدا ہوتا ہے جو اسلامی تعلیمات کی صحیح ترجمانی کو متاثر کر سکتا ہے۔ دینی رہنمائی کا معاملہ صرف معلومات تک محدود نہیں؛ بلکہ علم، فقہی بصیرت، سیاق و حالات کا فہم اور شرعی ذمہ داری جیسے عناصر بھی اس کا لازمی حصہ ہیں ایک مفتی محض معلومات تک رسائی نہیں رکھتا، بلکہ وہ ان معلومات کو شرعی اصولوں کے مطابق پرکھنے، سائل کے حالات و ظروف کو سمجھنے اور اس کے مطابق فتویٰ دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ لیکن مصنوعی ذہانت کے جواب کو فتویٰ یا حتمی شرعی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔(HaluEval))[3] کی حالیہ تحقیقات اور "بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی"[4] نے بھی مصنوعی ذہانت کے استعمال میں دفع (نقصان کو دور کرنا)، صدق، شفافیت (واضح) اور معلومات

کے تحفظ جیسے اصولوں کی اہمیت واضح کی ہے۔ ان تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے مصنوعی ذہانت کے جوابات میں بعض اوقات ایسی معلومات شامل ہو سکتی ہیں جو بظاہر درست مگر حقیقت میں غیر ثابت شدہ ہوتی ہیں، اس لیے انہیں بغیر تحقیق قبول کرنا شرعی طور پر درست نہیں۔ جدید دور میں مصنوعی ذہانت کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے اور لوگ اس سے دینی رہنمائی حاصل کرنے لگے ہیں، مگر اس کے ساتھ یہ خطرہ بھی پیدا ہو گیا ہے کہ غلط معلومات دینی تعلیمات کو مسخ کر سکتی ہیں اور عوام کو گمراہی کا شکار بنا سکتی ہیں۔ ایسے میں یہ تحقیق ایک علمی اور شرعی جائزہ فراہم کرتی ہے، جو مصنوعی ذہانت کے استعمال کو اسلامی اصولوں کے تابع کرنے اور دینی معلومات کی صحت کو یقینی بنانے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ تحقیق ایک طرف جدید ٹیکنالوجی کے بڑھتے ہوئے استعمال کو تسلیم کرتی ہے اور دوسری طرف اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کے شرعی جائزے کا ایک متوازن اور علمی طریقہ کار فراہم کرتی ہے۔

مقاصدِ تحقیق

1۔ مصنوعی ذہانت کی فراہم کردہ معلومات میں غلط بیانی، غیر مصدقہ روایات اور علمی امانت کے ممکنہ خطرات کی نشاندہی کرنا۔

2۔ مصنوعی ذہانت کے ذریعے حساس موضوعات پر فراہم کردہ معلومات میں فکری و ثقافتی تعصب کے امکانات کا جائزہ لینا۔

3۔ مصنوعی ذہانت سے حاصل ہونے والی دینی معلومات کی تصدیق، تثبت اور اہلِ علم کی رہنمائی پر مبنی ایک متوازن اور قابلِ عمل علمی راستہ تجویز کرنا۔

سوالاتِ تحقیق

-1 مصنوعی ذہانت کے ذریعے اسلامی رہنمائی حاصل کرنے کے موجودہ رجحان سے جدید اذہان میں کون سے اہم علمی، شرعی اور فکری اشکالات پیدا ہو رہے ہیں؟

2- مصنوعی ذہانت کی محدودیت، غلط معلومات و حوالہ جات، فکری تعصب، غلط نسبت اور دینی رہنمائی کے اختیار سے متعلق مسائل ان اشکالات کے پیدا ہونے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

3- معاصر اشکالات کے حل اور درست فہم کی تشکیل کے لیے قرآن و سنت، اصولِ فقہ، قواعدِ فقہیہ، مقاصدِ شریعت اور عقلی و منطقی استدلال کی روشنی میں کون سا متوازن تحقیقی منہج اختیار کیا جا سکتا ہے، اور اس کے ذریعے مصنوعی ذہانت سے اسلامی رہنمائی حاصل کرنے کے علمی معیار اور ذمہ دارانہ استعمال کو کس طرح واضح کیا جا سکتا ہے؟

مصنوعی ذہانت سے متعلق اسلامی رہنمائی اور جدید اذہان کے اشکالات کا جائزہ

1-اشکال: مصنوعی ذہانت کی غلط رہنمائی سے ہونے والے نقصان کی شرعی ذمہ داری

اگر مصنوعی ذہانت کسی شخص کو غلط شرعی، طبی یا مالی رہنمائی فراہم کرے اور وہ اس رہنمائی پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا اقدام کرے جس کے نتیجے میں جانی، مالی یا معاشرتی نقصان واقع ہو، تو اس نقصان کی شرعی ذمہ داری کس پر عائد ہو گی؟ کیا ذمہ داری مصنوعی ذہانت تیار کرنے والے ادارے، مصنوعی ذہانت کو استعمال کرنے والے فرد پر عائد ہو سکتی ہے؟ کیا حفظِ نفس، حفظِ مال، دفعِ ضرر، سببیت اور ضمان کے اسلامی اصول اس ذمہ داری کے تعین میں کس طرح رہنمائی فراہم کرتے ہیں؟

مصنوعی ذہانت صحت، مالیات، تعلیم اور دینی رہنمائی جیسے حساس شعبوں میں استعمال ہو رہی ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت کی غلط معلومات پر اعتماد کرتے ہوئے کوئی شخص ایسا اقدام کرے جس سے جانی، مالی یا معاشرتی نقصان ہو، تو اس کی شرعی ذمہ داری کا تعین ایک اہم معاصر فقہی سوال ہے۔ یہ مسئلہ سببیت (نقصان کا سبب بننا)، اختیار (قانونی یا شرعی دائرہ اختیار)، تعدی (حد سے تجاوز کرنا)، تقصیر (کوتاہی) اور ضمان (نقصان کی ذمہ داری) جیسے فقہی اصولوں سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اسلامی فقہ میں محض نقصان واقع ہونے سے کوئی خودکار طور پر ضامن نہیں ٹھہرتا؛ بلکہ ہر معاملے میں نقصان کا سبب، فریق کا کردار، اختیار اور تقصیر کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ لہٰذا مصنوعی ذہانت سے ہونے والے نقصان میں نہ ہر بار فراہم کنندہ ذمہ دار ہو گا اور نہ صارف؛ بلکہ ہر واقعے کی اپنی حقیقت میں فیصلہ کیا جائے گا۔

I- قرآن وحدیث کی روشنی میں تجزیہ

اسلامی تعلیمات میں کسی بھی عمل کی شرعی حیثیت کا تعین قرآن و سنت کی روشنی میں کیا جاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

"نہ نقصان پہنچایا جائے اور نہ بدلے میں نقصان پہنچایا جائے"[5]

اس آیت کا اصل سیاق باہمی تعاون اور شرعی حدود کی پابندی سے متعلق ہے، تاہم اس میں ایک اہم عمومی اصول موجود ہے کہ ایسا تعاون یا ذریعہ اختیار نہیں کیا جانا چاہیے جو ظلم، زیادتی یا قابلِ اعتنا ضرر کا ذریعہ بنے[6]۔ مصنوعی ذہانت کے تناظر میں اس اصول کی تطبیق یہ ہے کہ ایسی ٹیکنالوجی کو حساس شعبوں میں استعمال کرتے وقت اس کے ممکنہ نقصانات کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اگر کسی ادارے کو معلوم ہو کہ اس کا نظام کسی خاص شعبے میں حتمی اور قابلِ اعتماد فیصلہ فراہم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لیکن اسے ایسے انداز میں پیش کیا جائے کہ صارف اسے

انسانی ماہر کا مکمل متبادل سمجھنے لگے، تو یہاں تقصیر اور سببیت کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ البتہ اس آیت سے AI liability کا براہِ راست حکم اخذ نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کے عمومی اخلاقی و شرعی اصول کو موجودہ صورتِ حال پر تطبیقاً منطبق کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ سے متعدد معتبر مصادر میں منقول ہے:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ[7]

"نہ نقصان پہنچایا جائے اور نہ بدلے میں نقصان پہنچایا جائے"

یہ روایت اسلامی فقہ میں ضرر کے مباحث کی بنیادی نصوص میں شمار ہوتی ہے اور متعدد صحابہؓ سے مروی ہے۔ مصنوعی ذہانت کے مسئلے میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی نظام کی افادیت صرف اس کی رفتار، سہولت یا معلومات کی کثرت سے متعین نہیں ہو گی، بلکہ اس کے ممکنہ ضرر اور اس سے تحفظ کے ذرائع بھی پیشِ نظر رکھے جائیں گے۔ جتنا زیادہ ممکنہ ضرر اور فیصلے کی سنگینی ہو گی، اتنی ہی زیادہ احتیاط، تصدیق اور انسانی نگرانی مطلوب ہو گی۔

II- فقہی و اصولی تناظر میں تجزیہ

اس حدیث کے مفہوم سے فقہ کا معروف قاعدہ سامنے آتا ہے:

الضَّرَرُ يُزَالُ[8]

"ضرر کو دور کیا جائے گا"

چونکہ یہ قاعدہ اسلامی فقہ کا بنیادی اصول ہے کہ کسی بھی قسم کا نقصان، خواہ وہ جانی ہو، مالی ہو یا معاشرتی، اسے دور کرنا اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ مصنوعی ذہانت کے تناظر میں اس قاعدے کا اطلاق یہ ہے کہ کسی نظام کی افادیت صرف اس کی رفتار، سہولت یا معلومات کی کثرت سے متعین نہیں ہو گی، بلکہ اس کے ممکنہ ضرر اور اس سے تحفظ کے ذرائع بھی پیشِ نظر رکھے جائیں گے۔

III- مقاصدِ شریعت کی روشنی میں تجزیہ

اس مسئلے میں حفظِ نفس اور حفظِ مال بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مصنوعی ذہانت کے استعمال میں ممکنہ نقصانات سے بچاؤ بھی ضروری ہے۔ اعتبارِ مآل (نتائج کا خیال) بھی نہایت اہم ہے۔ امام شاطبیؒ نے اسے مقاصدِ شریعت کا اہم حصہ قرار دیا ہے[9]۔ مصنوعی ذہانت کے بارے میں اس کا مطلب ہے کہ صرف جواب کی رفتار نہ دیکھیں، بلکہ اس پر اعتماد کرنے کے نتائج کا بھی جائزہ لیں۔ مثال کے طور پر، طالب علم کو تعارف دینا کم خطرہ ہے، مگر جان، مال، خاندان یا شرعی حق سے متعلق فیصلہ مصنوعی ذہانت پر چھوڑنا high-stakes معاملہ ہے۔۔ بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی (2025) نے بھی مصنوعی ذہانت کو حلال مقصد، ضرر سے بچاؤ، امانت اور شفافیت جیسی

شرائط کے ساتھ استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے[10]، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مصنوعی ذہانت نہ مطلق جائز، نہ مطلق ممنوع؛ بلکہ مصلحت، ضرر اور ذمہ داری کو مدنظر رکھنا ضروری ہے

IV- عقلی و منطقی تناظر میں تجزیہ

عقلی و منطقی اعتبار سے اگر مصنوعی ذہانت نے غلط جواب دیا، اور اگر مصنوعی ذہانت کے جواب نے واقعی نقصان میں مؤثر کردار ادا کیا، تب متعلقہ فریق کے اختیار، تقصیر (غفلت برتنا)، تعدی (حد سے بڑھ جانا) اور قابلِ نسبت تعلق کا جائزہ ضروری ہوگا۔ یہی اصول حضرت عمر بن خطابؓ کے مشہور واقعے سے بھی واضح ہوتا ہے کہ: ایک شخص نے اپنی اونٹنی کو بغیر باندھے چھوڑ دیا، جس سے ایک بچے کو نقصان پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے مالک کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے فرمایا: تم نے اسے کیوں نہیں باندھا؟[11] اس واقعے سے ثابت ہوتا ہے کہ محض براہِ راست فعل (مباشرت) ہی ضمان کا سبب نہیں، بلکہ اگر کوئی شخص اپنے زیرِ اختیار چیز کو نقصان سے بچانے کے لیے ضروری اقدامات (تقصیر) نہ کرے تو وہ ذمہ دار ہوگا۔ یہی اصول مصنوعی ذہانت پر لاگو ہوتا ہے۔ جس طرح اونٹنی کا مالک اسے باندھنے کا پابند تھا، اسی طرح مصنوعی ذہانت کا فراہم کنندہ بھی اس کے ممکنہ نقصانات سے بچاؤ کے لیے مناسب حفاظتی اقدامات اور انتباہات (آگاہ کرنا) کا پابند ہے۔ اس لیے بنیادی اصول یہ بنتا ہے: ہر غلطی ضمان نہیں، اور ہر نقصان کسی ایک فریق کی ذمہ داری کا قطعی ثبوت نہیں۔ چنانچہ مصنوعی ذہانت سے متعلق ذمہ داری کو صرف "کمپنی ذمہ دار" یا "صارف ذمہ دار" کے دو متبادل خانوں میں رکھنا فقہی منہج کے لیے کافی نہیں۔ بعض صورتوں میں صارف کا کردار غالب ہو سکتا ہے، بعض میں provider کی تقصیر، جبکہ بعض واقعات میں متعدد اسباب مل کر نقصان کا باعث بن سکتے ہیں۔

V- معاصر مصنوعی ذہانت تحقیق اور عملی زندگی کی روشنی میں تجزیہ

معاصر مصنوعی ذہانت تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ زبان کے بڑے ماڈلز بعض اوقات ایسی معلومات پیدا کر سکتے ہیں جو غیر قابلِ تصدیق یا حقائق سے متصادم ہوں۔ "HaluEval benchmark نے اسی مسئلے، یعنی AI hallucination، کا باقاعدہ جائزہ لیا"[12]۔ دینی سوالات کے حوالے سے Atif et al کی 2025ء کی تحقیق Sacred or Synthetic نے مختلف بڑے زبان ماڈلز کو اسلامی فقہی سوالات کے تناظر میں عربی و انگریزی زبانوں اور چار بڑے سنی فقہی مذاہب کے حوالے سے جانچا، جس سے models، زبانوں اور فقہی مذاہب کے درمیان نمایاں فرق سامنے آیا[13]۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کا جواب دستیاب ہونا اور اس کا قابلِ اعتماد ہونا دو الگ چیزیں ہیں۔ اسی طرح دینی معاملات میں نکاح، طلاق یا دیگر حساس شرعی

تصرفات (فیصلے) کے لیے مصنوعی ذہانت کے جواب کو حتمی بنیاد بنانا درست نہیں؛ ایسے معاملات میں مستند عالم یا مفتی سے رجوع ضروری ہے۔ یوں معاصر تحقیق بھی اس فقہی اصول کی تائید کرتی ہے کہ غلط جواب کی موجودگی اور شرعی ضمان کا ثبوت ایک ہی چیز نہیں۔

2-اشکال:

مصنوعی ذہانت کے ذریعے منسوب جعلی دینی مواد کی شرعی حیثیت اور تصدیق اخبار کا اسلامی منہج

اگر مصنوعی ذہانت کے ذریعے کسی عالم، مفتی یا دینی شخصیت کی آواز، تصویر یا ویڈیو کو اس طرح مصنوعی طور پر تیار کیا جاسکے کہ وہ حقیقت معلوم ہو، اور اس کے ذریعے ایسی بات ان کی طرف منسوب کی جائے جو انہوں نے کہی ہی نہ ہو، تو ایسے مواد کی دینی حیثیت اور اس کی تصدیق کا شرعی منہج کیا ہوگا؟ نیز تحقیقِ خبر، تثبت (تصدیق)، صدق اور نسبتِ قول کے اسلامی اصول جدید مصنوعی میڈیا کے ذریعے پھیلنے والی جعلی دینی معلومات کی شناخت اور روک تھام میں کس طرح رہنمائی فراہم کرسکتے ہیں؟

مصنوعی ذہانت نے آواز، تصویر اور ویڈیو کی تخلیق کو اس حد تک آسان بنادیا ہے کہ حقیقی اور مصنوعی میں فرق مشکل ہو گیا ہے۔ ڈیپ فیک ٹیکنالوجی کسی عالم یا مفتی کی ویڈیو کو اس انداز میں تیار کر سکتی ہے جو بالکل حقیقی معلوم ہو، حالانکہ انہوں نے وہ بات کہی ہی نہ ہو۔ یہ معاملہ نسبتِ قول، صدق، تحقیقِ خبر اور دینی اعتماد جیسے شرعی پہلوؤں کو متاثر کرتا ہے۔ عوام کسی عالم کی منسوب بات کو شرعی رہنمائی سمجھ کر قبول کرسکتے ہیں، اس لیے غلط نسبت غیر ثابت شدہ معلومات کو فروغ دینے اور علمی ساکھ کو نقصان پہنچانے کا سبب بن سکتی ہے۔ اسلامی منہج کسی خبر کو ظاہری شکل کی بنیاد پر قبول نہیں کرتا، بلکہ ماخذ، صحت اور نسبت کی تحقیق پر زور دیتا ہے۔ لہٰذا مصنوعی ذہانت سے منسوب جعلی قول کو شرعاً پرکھنے اور اس کی روک تھام کے لیے تحقیقِ خبر اور تثبت کے اسلامی اصول بنیادی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

I- قرآن وحدیث کی روشنی میں تجزیہ

تصدیق اخبار اور مواد کی تحقیق اور جستجو کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا[14]

"اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے نہ چلو، بے شک کان، آنکھ اور دل، ان سب کے بارے میں بازپرس ہوگی"

اس آیت میں انسان کو ایسی بات کی پیروی اور نسبت سے روکا گیا ہے جس کے بارے میں اسے یقینی علم حاصل نہ ہو۔ انسان جو کچھ سنتا، دیکھتا اور سمجھتا ہے، اس کے استعمال کے بارے میں جواب دہ ہے۔ اے آئی جنریٹیڈ ویڈیو یا آواز کے معاملے میں یہ اصول خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کسی عالم کی آواز، چہرہ اور اندازِ گفتگو بالکل حقیقی معلوم ہو سکتا ہے، لیکن اس ظاہری مشابہت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ قول واقعی اسی شخصیت نے بیان کیا ہے۔ لہٰذا نسبتِ قول قائم کرنے سے پہلے اس کے اصل ماخذ اور معتبر ذریعے سے تصدیق ضروری ہے۔[15] اللہ تعالیٰ نے واقعۂ افک کے سلسلے میں فرمایا:

إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ[16]

"جب تم اسے اپنی زبانوں سے ایک دوسرے سے نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا، اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی"

یہ آیت واقعۂ افک کے پس منظر میں نازل ہوئی، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک انتہائی سنگین اور بے بنیاد الزام پھیلایا گیا۔ بعض لوگوں نے خبر کی حقیقت جانے بغیر اسے ایک دوسرے سے نقل کرنا شروع کر دیا۔ قرآن نے اس طرزِ عمل پر سخت تنبیہ فرمائی کہ جس بات کا علم نہ ہو اسے زبان پر لانا اور معمولی سمجھ کر پھیلانا اللہ کے نزدیک معمولی نہیں[17]۔ یہ واقعہ موجودہ اے آئی جنریٹیڈ مواد کے لیے نہایت واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ آج ایک جعلی ویڈیو یا آواز چند لمحوں میں ہزاروں افراد تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر لوگ صرف اس لیے اسے آگے بڑھائیں کہ ویڈیو میں تو خود عالم صاحب بول رہے ہیں، تو یہ عین اسی خطرے کی جدید صورت بن سکتی ہے جس میں غیر ثابت خبر نقل در نقل پھیلتی ہے۔ ان دونوں آیات سے دو بنیادی اصول سامنے آتے ہیں:

پہلا: جس بات کا یقینی علم نہ ہو، اس کی پیروی اور نسبت سے احتیاط کی جائے۔

دوسرا: غیر ثابت خبر کو محض سن کر یا دیکھ کر آگے نہ پھیلایا جائے۔

یہی اصول اے آئی جنریٹیڈ اور ڈیپ فیک دینی مواد کی شرعی جانچ کے لیے بنیادی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ[18]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرتا پھرے"

اس حدیث میں ہر سنی ہوئی بات کو بلا تحقیق آگے منتقل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اے آئی جنریٹیڈ دینی ویڈیوز، آڈیوز یا تصاویر کے معاملے میں یہ اصول خاص طور پر اہم ہے، کیونکہ کوئی مصنوعی مواد بظاہر کسی عالم یا مفتی کی حقیقی گفتگو محسوس ہو سکتا ہے، لیکن اس کی نسبت حقیقتاً ثابت نہ ہو۔ لہٰذا کسی ویڈیو یا آڈیو کو صرف دیکھ یا سن لینے کی بنیاد پر آگے نشر کرنا درست نہیں، بلکہ پہلے اس کے اصل ماخذ اور نسبت کی تصدیق ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ [19]

"جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے"

یہ حدیث اگرچہ براہِ راست اے آئی یا جدید ٹیکنالوجی کے بارے میں نہیں، لیکن نسبتِ قول میں دیانت اور جھوٹ سے اجتناب کا نہایت مضبوط اصول فراہم کرتی ہے۔ اگر اے آئی کے ذریعے کسی دینی شخصیت یا بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسا قول منسوب کیا جائے جو حقیقت میں ثابت نہ ہو، تو اس کی نسبت کو بغیر تحقیق قبول یا نشر کرنا انتہائی سنگین معاملہ بن جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ [20]

"جس شخص نے گمراہی کی طرف دعوت دی، اس پر ان لوگوں کے گناہوں کے مانند گناہ ہو گا جو اس کی پیروی کریں گے"

اس حدیث سے یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ غلط بات کو پھیلانے کا اثر صرف اصل بیان کرنے والے تک محدود نہیں رہتا، بلکہ اس کے پھیلاؤ کے نتیجے میں دوسروں کے متاثر ہونے کی ذمہ داری بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اے آئی کے ذریعے تیار کردہ جعلی دینی مواد اگر لوگوں کو غلط شرعی تصور کی طرف لے جائے، تو اسے جان بوجھ کر پھیلانا محض ایک معمولی سوشل میڈیا سرگرمی نہیں رہتا۔ ان احادیث سے جدید مصنوعی میڈیا کے لیے یہ واضح رہنمائی ملتی ہے کہ ہر موصولہ خبر کو بلا تحقیق آگے نہ بڑھایا جائے، کسی قول کی نسبت ثابت کیے بغیر اسے معتبر نہ سمجھا جائے، اور ایسے مواد کی اشاعت سے احتیاط کی جائے جو لوگوں کو غلط دینی تصور کی طرف لے جا سکتا ہو۔

II- فقہی و اصولی تناظر میں تجزیہ

کسی عالم یا مفتی کی طرف کسی قول کی نسبت صرف اس لیے درست نہیں کہ مصنوعی ذہانت سے تیار کردہ آواز یا ویڈیو حقیقی معلوم ہوتی ہے۔ اسلامی منہج میں خبر یا قول کو قبول کرنے سے پہلے ماخذ، صحت اور نسبت کی تحقیق ضروری ہے[21]۔ محدثین نے احادیث کی جانچ کے لیے سند، راوی اور متن جیسے اصول اختیار کیے، اور یہی تحقیقی مزاج

جدید مصنوعی ذہانت مواد پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ مصنوعی ذہانت سے منسوب دینی بیان کی صورت میں اصل ماخذ دیکھیں کہ مواد کہاں سے آیا اور پہلی بار کس نے نشر کیا۔ پھر متعلقہ عالم یا مستند ادارے سے تصدیق کریں۔ صرف سوشل میڈیا پر موجود ہونا، زیادہ ویوز یا مشابہ آواز و چہرہ نسبتِ قول کے لیے کافی نہیں اسی اصول کے تحت امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں روایت کی تحقیق اور ہر سنی سنائی بات نقل کرنے سے احتیاط کی اہمیت بیان کی ہے[22]۔ سیاق و سباق کی جانچ بھی ضروری ہے، کیونکہ کسی بیان کو کاٹ چھانٹ کر مفہوم بدلا جاسکتا ہے۔ فقہی اصول:

"اليقين لا يزول بالشک"[23]

ترجمہ: یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا۔

اسی اصول کی روشنی میں کسی ایسے قول کو، جس کی کسی دینی شخصیت کی طرف نسبت ثابت نہ ہو، اس شخصیت کا قول قرار نہیں دینا چاہیے۔ لہٰذا عدمِ ثبوت کو ثبوت نہ سمجھا جائے، خصوصاً فتویٰ، عقیدہ، نکاح و طلاق جیسے حساس معاملات میں احتیاط ضروری ہے۔

III- عقلی و منطقی تناظر میں تجزیہ

مصنوعی ذہانت کے ذریعے تیار کردہ آواز، چہرے یا ویڈیو کا حقیقی معلوم ہونا اس بات کی قطعی دلیل نہیں کہ بیان بھی اسی شخصیت کا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے ظاہری مشابہت کو اس حد تک ممکن بنا دیا ہے کہ مصنوعی اور حقیقی میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ محض مشابہت، نسبتِ قول اور حقیقتِ واقعہ کا ثبوت نہیں بن سکتی۔ قرآن نے بھی بغیر علم کے کسی بات کے پیچھے چلنے سے منع فرمایا ہے۔ یہی اصول اسلامی تاریخ کے ایک اہم واقعے سے بھی واضح ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ولید بن عقبہؓ کے بارے میں شراب نوشی کی خبر سامنے آئی۔ حضرت عثمانؓ نے محض خبر سن کر فیصلہ نہیں کیا، بلکہ تحقیق اور گواہی کا اہتمام کیا۔ جب دو گواہوں نے شہادت دی تو شرعی کارروائی کی گئی[24]۔ اس واقعے سے یہ اصول ملتا ہے کہ خبر اور ثابت شدہ حقیقت ایک نہیں۔ خبر خواہ کتنی ہی سنجیدہ کیوں نہ ہو، اس کی نسبت اور صحت کی تحقیق ضروری ہے۔ یہی اصول آج AI-generated مواد پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ جس طرح اس واقعے میں خبر کو ثبوت سے پہلے جانچا گیا، اسی طرح AI-generated مواد کو تصدیق سے پہلے قابلِ اعتماد نہیں سمجھا جاسکتا۔ محض ظاہری مشابہت یا کسی ویڈیو، آڈیو یا تصویر کی موجودگی کو نسبتِ قول کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ لہٰذا عقلی اور اسلامی منہج یہ ہے کہ مشاہدہ ثبوت نہیں، تحقیق کا نقطۂ آغاز ہے۔ AI-generated مواد کو اس وقت تک قابلِ اعتماد نہیں سمجھنا چاہیے جب تک اس کی اصل، سیاق اور نسبت معتبر ذرائع سے ثابت نہ ہو جائے۔

IV-معاصر مصنوعی ذہانت تحقیق اور عملی زندگی کی روشنی میں تجزیہ

جدید تحقیق سے ثابت ہے کہ مصنوعی ذہانت بعض اوقات ایسی معلومات پیدا کرتی ہے جو بظاہر درست مگر حقیقت میں غیر ثابت شدہ ہوتی ہیں۔ ہیلو ایول 2023 (ایک ایسا تحقیقی نظام جس سے مصنوعی ذہانت کی غلط معلومات جانچی جاتی ہیں) نے مصنوعی ذہانت کی غلط بیانی کو بطور مسئلہ واضح کیا،[25] جبکہ سیکرڈ اور سنتھیٹک 2025 (دینی سوالات پر مصنوعی ذہانت کی جانچ کا ایک مقالہ) نے دینی سوالات میں مصنوعی ذہانت کے درست جواب دینے اور جواب دینے سے گریز کرنے کی صلاحیت میں واضح فرق پایا۔[26] اگر مصنوعی ذہانت اپنی تحریری آواز یا ویڈیو میں غلطیاں کر سکتی ہے، تو اس کی آواز اور ویڈیو کو صرف مشابہت کی بنیاد پر حقیقی نہیں سمجھا جا سکتا۔ سوشل میڈیا پر لوگ ایک جعلی مصنوعی ذہانت ویڈیو کو بغیر تحقیق شیئر کر دیتے ہیں، جس سے غیر ثابت شدہ بات دینی حکم کا روپ دھار لیتی ہے۔ اسی طرح تعلیمی تحقیق میں ایک طالب علم مصنوعی ذہانت ویڈیو کو مستند سمجھ کر اپنے تحقیقی کام میں حوالہ دے دیتا ہے، اور غیر ثابت شدہ قول علمی حوالے کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ یہ مثالیں واضح کرتی ہیں کہ مصنوعی ذہانت مواد کا مسئلہ صرف سوشل میڈیا تک محدود نہیں؛ بلکہ یہ تعلیمی تحقیق، علمی استناد اور عوام کے دینی فہم کو بھی متاثر کر سکتا ہے۔

3-اشکال: مصنوعی ذہانت میں فکری و ثقافتی عدمِ توازن: اسلامی تنقیدی منہج

' مصنوعی ذہانت کے جوابات اس کے تربیتی مواد، الگورتھم، پروگرامنگ اور مختلف فکری و ثقافتی ذرائع سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اسلام، جہاد، خواتین کے حقوق، خاندانی نظام اور دیگر حساس مذہبی موضوعات پر مصنوعی ذہانت کی فراہم کردہ معلومات میں فکری یا ثقافتی عدمِ توازن پیدا ہونے کا امکان کس حد تک ہے؟ اور ایسے جوابات کی جانچ کے لیے قرآن و سنت، مسلمہ علمی اصول اور اسلامی تصورِ حق و باطل کی روشنی میں کون سا تنقیدی و تحقیقی طریقۂ کار اختیار کیا جانا چاہیے؟

مصنوعی ذہانت مذہبی، سماجی اور فکری موضوعات پر معلومات فراہم کر رہی ہے، مگر اس کے جوابات تربیتی مواد، الگورتھم اور ثقافتی اثرات سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق مصنوعی ذہانت ماڈلز میں ثقافتی تعصب اور معنوی تحریف جیسے مسائل پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر اسلام، جہاد، خواتین کے حقوق اور خاندانی نظام جیسے حساس موضوعات پر مختلف نظریات کے اثرات جواب کے مفہوم میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یہاں مسئلہ صرف معلومات کی درستگی کا نہیں، بلکہ فکری زاویے اور ممکنہ تعصب کا بھی ہے۔ اسلامی منہج کسی دعوے کو بظاہر علمی ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کرتا، بلکہ اسے قرآن و سنت، معتبر اصول اور حق و باطل کی روشنی میں پرکھتا

ہے۔ لہٰذا حساس موضوعات پر مصنوعی ذہانت کے جوابات کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ ضروری ہے، تاکہ مستند اسلامی تعلیمات اور فکری اثرات میں امتیاز ہو سکے۔

I- قرآن وحدیث کی روشنی میں تجزیہ

مصنوعی ذہانت کے ذریعے فراہم کردہ معلومات کی حقیقت اور اس کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے قرآن وسنت کی رہنمائی بنیادی اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ حق اور باطل کے درمیان تمیز کا معیار وحی الٰہی ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ[27]

"اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جانتے بوجھتے حق کو نہ چھپاؤ"

اس آیت میں حق اور باطل کو باہم خلط ملط کرنے سے ممانعت بیان کی گئی ہے۔ یعنی صحیح بات کو غلط بات کے ساتھ اس طرح نہ ملایا جائے کہ دونوں کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جائے۔ اس آیت سے اہم اصول سامنے آتا ہے کہ کسی بھی معلومات کو قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس میں حق کیا ہے اور باطل کیا۔[28] مصنوعی ذہانت کے تناظر میں یہ اصول خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اگر کسی حساس اسلامی موضوع پر مصنوعی ذہانت ایسا جواب پیش کرے جس میں مستند اسلامی تعلیمات کے ساتھ کسی غیر اسلامی یا مخصوص ثقافتی تصور کو اس طرح شامل کر دیا جائے کہ دونوں ایک ہی اسلامی موقف محسوس ہوں، تو اس جواب کا تنقیدی جائزہ ضروری ہو گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ[29]

"پس اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھ لیا کرو"

اس آیت سے یہ اصول ملتا ہے کہ ہر ذریعہ دینی مسائل میں خود بخود قابلِ اعتماد اتھارٹی نہیں بن جاتا۔[30] مصنوعی ذہانت کے جواب کو معتبر تفاسیر، حدیث، فقہی مصادر اور اہلِ علم کی آراء کی روشنی میں جانچنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ[31]

"بے علمی کا علاج سوال کرنا ہے"

اس حدیث سے اصول سامنے آتا ہے کہ جس معاملے کا علم نہ ہو، اس میں محض اپنے اندازے یا ظاہری معلومات پر اعتماد کرنے کے بجائے اہلِ علم سے سوال اور رہنمائی حاصل کی جائے۔ مصنوعی ذہانت کا پُر اعتماد جواب خود شرعی حجت نہیں؛ حساس دینی موضوعات میں اس کی علمی و شرعی جانچ ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ[32]

"اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ دین میں صحیح فہم اور فقہی بصیرت بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ محض معلومات کی فراوانی دینی فہم کے برابر نہیں۔ مصنوعی ذہانت کے جواب کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت صرف یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ جواب میں کوئی آیت یا حدیث موجود ہے یا نہیں، بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ اسے کس سیاق میں استعمال کیا گیا ہے اور کیا وہ مفہوم معتبر اسلامی علمی روایت سے مطابقت رکھتا ہے۔

II۔ فقہی و اصولی تناظر میں تجزیہ

مصنوعی ذہانت کے جوابات میں فکری یا ثقافتی عدمِ توازن کے امکان کی وجہ سے حساس دینی مسائل میں محض مصنوعی ذہانت کے جواب کو شرعی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ فقہی و اصولی منہج درج ذیل اصولوں پر مشتمل ہے:[33]

اول: اعتبارِ دلیل: کسی مسئلے میں اصل معیار یہ دیکھا جائے کہ مصنوعی ذہانت کی پیش کردہ بات کی بنیاد قرآن، سنت یا معتبر اسلامی علمی ماخذ میں موجود ہے یا نہیں۔

دوم: فہمِ نص: قرآن و حدیث کی کسی آیت یا روایت کو اس کے مکمل سیاق، شانِ نزول، لغت اور معتبر تفسیری و فقہی تشریحات سے الگ کر کے استعمال نہ کیا جائے۔

سوم: عدمِ قبولِ دعویٰ بلا دلیل: اگر مصنوعی ذہانت کسی اسلامی حکم، تصور یا تاریخی واقعے کے بارے میں دعویٰ کرے تو صرف مصنوعی ذہانت کا بیان کافی نہیں؛ اس کی مستند حوالہ جاتی بنیاد تلاش کی جائے۔

چہارم: تقابلِ مصادر: اگر مصنوعی ذہانت کا جواب کسی معروف اسلامی اصول یا مستند علمی موقف سے مختلف ہو تو مختلف معتبر مصادر اور اہلِ علم کی آراء کا تقابل کیا جائے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اختلاف واقعی علمی ہے یا مصنوعی ذہانت کے جواب میں فکری یا ثقافتی تعصب موجود ہے

III- عقلی و منطقی تناظر میں تجزیہ

مصنوعی ذہانت کے جوابات مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کی بنیاد پر تیار ہوتے ہیں، اس لیے ان میں کسی مخصوص فکری، ثقافتی یا معاشرتی زاویے کا اثر پایا جا سکتا ہے۔ مصنوعی ذہانت ماڈلز کے جوابات میں

مختلف فکری و ثقافتی اثرات اور بعض صورتوں میں تعصب کا امکان موجود ہے۔ اسلامی علمی تاریخ میں اہلِ علم نے کسی رائے کو صرف اس کے مشہور یا بظاہر درست ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا، بلکہ دلیل، ماخذ اور سیاق کو اہمیت دی۔ محدثین نے روایت کی جانچ میں راوی، سند اور متن کو دیکھا، جبکہ فقہاء نے مختلف اقوال کو قرآن و سنت اور اصولِ فقہ کی روشنی میں پرکھا۔ مثال کے طور پر اگر پوچھا جائے کہ:: اسلام میں خواتین کے حقوق کیا ہیں؟ اور مصنوعی ذہانت جدید معاشرتی تصور کو ہی حقوق کا واحد معیار بنا کر اسلامی حقوق و ذمہ داریوں کو نظر انداز کر دے، تو جواب بظاہر متوازن محسوس ہونے کے باوجود فکری طور پر یک طرفہ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی منہج کا مقصد صرف مصنوعی ذہانت کے ممکنہ فکری یا ثقافتی عدمِ توازن کو نشان زد کرنا نہیں، بلکہ حق بات کو باطل تصورات سے الگ کرنا اور دینی مفاہیم کو ان کے اصل اسلامی تناظر میں محفوظ رکھنا ہے۔ اسلامی تاریخ میں حضرت عمر بن خطابؓ کا واقعہ اس حکمت کو واضح کرتا ہے۔ جب آپ تورات کا کچھ حصہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اگر موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے تو وہ میرے علاوہ کسی کی پیروی نہیں کر سکتے تھے[34] اس سے یہ اصول ملتا ہے کہ کسی دوسرے ماخذ کی بات کو محض بظاہر درست ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ یہی اصول مصنوعی ذہانت کے جوابات پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت اسلام، جہاد، خواتین کے حقوق یا خاندانی نظام کے بارے میں کوئی ایسا تصور پیش کرے جو کسی مخصوص ثقافت یا جدید فکری نظریے سے متاثر ہو، تو اسے فوراً اسلامی موقف قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ قرآن و سنت اور معتبر علمی مصادر کی روشنی میں جانچنا ضروری ہے۔ لہٰذا عقلی اور شرعی منہج کا تقاضا ہے کہ مصنوعی ذہانت کے جوابات کو حتمی حقیقت نہ سمجھا جائے، بلکہ انہیں تحقیق، تثبت اور علمی تنقید کا پابند کیا جائے، تاکہ دینی معلومات کی صحت اور عوام کا شرعی اعتماد برقرار رہ سکے۔

IV- معاصر مصنوعی ذہانت تحقیق اور عملی زندگی کی روشنی میں تجزیہ

معاصر تحقیق سے واضح ہے کہ مصنوعی ذہانت کے جوابات ہمیشہ غیر جانب دار نہیں ہوتے۔ مختلف ثقافتی اور نظریاتی ڈیٹا پر تربیت یافتہ ماڈلز کے جوابات میں فکری یا ثقافتی تعصب پایا جا سکتا ہے۔ مصنوعی ذہانت میں hallucination کا مسئلہ بھی اہم ہے، جس کے تحت مصنوعی ذہانت بظاہر درست مگر غیر حقیقی معلومات فراہم کرتی ہے، جو دینی معاملات میں خاص طور پر سنگین ہے۔ مختلف مصنوعی ذہانت ماڈلز ایک ہی سوال پر مختلف جوابات دیتے ہیں، جو ان کے تربیتی ڈیٹا، الگورتھم اور پروگرامنگ پر منحصر ہے، اس لیے کسی بھی مصنوعی ذہانت جواب کو حتمی یا غیر جانب دار نہیں سمجھا جا سکتا۔ عملی طور پر عام لوگ مصنوعی ذہانت کے دینی مواد کو بغیر تحقیق قبول کر لیتے ہیں اور اسے شرعی حکم سمجھ لیتے ہیں، جبکہ طلباء اسے تحقیقات میں مستند حوالہ بنا لیتے ہیں، جس سے غیر ثابت شدہ بات علمی

حوالہ جات کا حصہ بن جاتی ہے اور مزید پھیلتی ہے۔ یہ مسئلہ صرف سوشل میڈیا تک محدود نہیں، بلکہ علمی حلقوں اور عام مسلمانوں کے دینی فہم تک پھیلا ہوا ہے۔ لہٰذا مصنوعی ذہانت کے جواب کو بغیر تحقیق قبول نہ کیا جائے، بلکہ اسے قرآن و سنت، معتبر مصادر اور اہلِ علم کی روشنی میں جانچنا ضروری ہے۔

مصنوعی ذہانت ایک مفید اور انقلابی ٹیکنالوجی ہے، جس نے معلومات تک رسائی اور علمی تحقیق کے میدان میں بے پناہ سہولیات فراہم کی ہیں۔ تاہم، اس کے ذریعے فراہم کردہ معلومات کو وحی الٰہی کے معیار پر پرکھے بغیر قبول کرنا فکری، علمی اور دینی اعتبار سے انتہائی خطرناک ہے، کیونکہ مصنوعی ذہانت اپنے جوابات میں غلطی، تحریف یا ہیلوسینیشن کا شکار ہو سکتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حق اور باطل کے درمیان تمیز کا حقیقی معیار وحی الٰہی ہے، اور کوئی بھی علمی یا تکنیکی ذریعہ اس معیار کا متبادل نہیں بن سکتا۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مصنوعی ذہانت کے جوابات کو قرآن و سنت، مستند فقہی روایت اور معتبر علمی مصادر کی روشنی میں جانچیں، اور کسی بھی غیر مصدقہ معلومات کو دینی یا علمی حوالے کے طور پر قبول نہ کریں۔ یوں، مصنوعی ذہانت کو ایک معاون ذریعہ کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے، مگر اسے حتمی اور مستند علمی مرجع سمجھنا اسلامی اصولوں اور علمی دیانت کے منافی ہے۔

نتائجِ تحقیق

مقالہ ہذا کے اختتام پر درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

1۔ مصنوعی ذہانت کے ذریعے فراہم کردہ معلومات کو بغیر تصدیق قبول کرنا فکری، علمی اور دینی اعتبار سے خطرناک ہے، کیونکہ AI hallucination کے نتیجے میں غلط حوالہ یا غیر موجود روایت پیش کر سکتی ہے، جس سے علمی امانت مجروح ہوتی ہے۔

2۔ مصنوعی ذہانت کی غلط رہنمائی سے ہونے والا نقصان خود کار ضمان کا سبب نہیں؛ ذمہ داری کا تعین سببیت، اختیار، تعدی) تجاوز کرنا(، تقصیر) احتیاط نہ برتنا(اور حقیقی کردار کی بنیاد پر ہر معاملے کی الگ صورتِ حال میں کیا جائے گا۔

3۔ اسلام، جہاد، خواتین کے حقوق اور خاندانی نظام جیسے حساس موضوعات پر مصنوعی ذہانت کے جوابات میں فکری یا ثقافتی تعصب کا امکان ہے، اس لیے انہیں قرآن و سنت اور اہلِ علم کی روشنی میں جانچنا ضروری ہے۔

4۔ مصنوعی ذہانت یا Deepfake کے ذریعے کسی عالم کی طرف منسوب قول کو محض ظاہری مشابہت کی بنیاد پر قبول نہیں کیا جاسکتا؛ تحقیقِ خبر، تثبت) یقین کرنا(اور اصل ماخذ کی تصدیق لازم ہے۔

5۔ اسلامی تحقیقی منہج مصنوعی ذہانت کے جوابات کی جانچ کے لیے قرآن و سنت، ماخذ کی تحقیق، تثبت، سیاق و سباق، تعصب کی نشاندہی، مصادر کا تقابل، اہلِ علم سے رجوع اور فقہی جائزے کا جامع نظام فراہم کرتا ہے۔

حواشی

[1] الحجرات، 06:49

[2] القشیری، مسلم بن حجاج النیشاپوریؒ، ابو الحسین، الجامع الصحیح، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، 2006ء، رقم الحدیث: 03

[3] Li, Junyi et al. ,"HaluEval: A Large-Scale Hallucination Evaluation Benchmark for Large Language Models," Proceedings of EMNLP,Singapore,2023,P: 6449–6464

(HaluEva ایک بینچ مارک ڈیٹاسیٹ ہے جو لارج لینگویج ماڈلز میں "ہیلوسینیشن" یعنی غلط یا خود ساختہ معلومات پیدا کرنے کے رجحان کو جانچنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسے چین کی رینمن یونیورسٹی کے محققین نے متعارف کرایا تھا۔(

[4] الذكاء الاصطناعي: أحكامه، وضوابطه، وأخلاقياته، مجمع الفقه الإسلامي الدولي، جدة، 2025ء

[5] المائدہ، 02:04

[6] ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر الدمشقی، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1419ھ، ص: 17/2

[7] ابن ماجہؒ، محمد بن یزید القزوینیؒ، ابو عبد اللہ، السنن، دار الرسالۃ العالمیۃ، دمشق، 2009ء، رقم الحدیث: 2341

[8] اسیوطیؒ، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، ابو الفضل، الاشباہ والنظائر فی قواعد الفقہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء، ص: 85

[9] شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی، ابو اسحاق، الموافقات، دار ابن عفان، بیروت، 1417ھ، ص: 232/

[10] الذكاء الاصطناعي: أحكامه، وضوابطه، وأخلاقياته، مجمع الفقه الإسلامي الدولي، جدة، 2025ء، ص: 3/26

[11] احمد بن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی، ابو عبد اللہ، المسند، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2001ء،، ص: 3/1

[12] 1. Li, Junyi, "HaluEval: A Large-Scale Hallucination Evaluation Benchmark for Large Language Models",P: 6449–6464-

AI کوئی ایسی بات کہہ دے جو حقیقت میں موجود نہ ہو، مگر وہ اسے سچ سمجھ کر پیش کرے — تو اسے AI جب( )کہتے ہیں۔ Hallucination

[13] Atif, Farah,"Sacred or Synthetic? Evaluating LLM Reliability and Abstention for Religious Questions",P.226–217 :

(Sacred or Synthetic اس مقالے میں FiqhQA نامی ایک بینچ مارک ڈیٹاسیٹ متعارف کرایا گیا ہے، جو اسلامی فقہی سوالات پر بڑے لینگویج ماڈلز (LLMs) کی درستگی اور نہ جواب دینے کے رویے کا جائزہ لیتا ہے، اور یہ چاروں سنی فقہی مکاتبِ فکر (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے مطابق جوابات کی درجہ بندی کرتا ہے(

[14] الإسراء، 36:17

[15] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: 182

[16] النور، 15:24

[17] قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، ابو عبد اللہ، الجامع لأحکام القرآن، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، 1985، ص:185/12

[18] مسلمؒ، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:50

[19] بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ،، الجامع صحیح، دار طوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ، رقم الحدیث:110

[20] مسلمؒ، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:2674

[21] الحجرات، 06:49

[22] مسلمؒ، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:05

[23] سیوطی، الاشباہ والنظائر فی قواعد الفقہ، ص:85

[24] مسلمؒ، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1707

[25] Li, Junyi et al., "HaluEval: A Large-Scale Hallucination Evaluation Benchmark for Large Language Models," Proceedings of EMNLP, Singapore, 2023, P: 6449–6464

[26] Atif, Farah, "Sacred or Synthetic? Evaluating LLM Reliability and Abstention for Religious Questions",P: 217–226.

[27] البقرہ، 42:02

[28] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص:245

[29] النحل، 43:16

[30] 3ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص:124

[31] ا ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر الأزدی السجستانی، السنن، دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت، 2009ء، رقم الحدیث:336

[32] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:71

[33] سیوطی، الاشباہ والنظائر فی قواعد الفقہ، ص:85

[34] احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث:15156